نظام جماعت میں کوئی امیر ڈکٹیٹر نہیں۔
خلیفہ بھی ڈکٹیٹر نہیں کیونکہ وہ مقتدر ہستی کو جواب دہ ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ ستمبر ۱۹۹۱ء بمقام مسجد نور۔ اوسلو (ناروے)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

آج کا یہ خطبہ میں ناروے کے دارالسلطنت اوسلو سے دے رہا ہوں۔ ناروے کی جماعت بھی ان جماعتوں میں سے ایک ہے جن میں گزشتہ چند سالوں سے بارہا کئی قسم کے مسائل پیدا ہوتے رہے اور کئی قسم کی سرکشیوں نے سر اٹھایا۔ ایسے لوگ چند گنتی کے ہوں گے کیونکہ میرا حسن ظن اس جماعت پر یہی ہے کہ جماعت کی بھاری اکثریت اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ کے ساتھ جماعت سے وابستہ ہے اور پوری وفا کے ساتھ نظام جماعت کے ساتھ منسلک ہے لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ بعض دفعہ ایک مچھلی بھی سارے تالاب کو گندا کر دیتی ہے۔ عملاً الٰہی جماعتوں میں جب فتنے پھیلانے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ وہ عمداً کی جائے یا بغیر معلوم ہوئے ایک فتنہ پرداز اپنی شخصیت کو پہچانے بغیر فتنے پھیلا رہا ہوتا ہے اور اس کو علم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے جو بھی صورت ہو ہر مچھلی خواہ ایک ہو یا دو یا تین ہوں ان مچھلیوں کا پھیلایا ہوا گند چاروں طرف پھیلتا ہے اور تالاب کا پانی ضرور گدلا دکھائی دینے لگتا ہے اس لئے جہاں بھی اس قسم کے لوگ پہنچیں اور ان کی شرارت اور ان کے فساد کو بروقت دبایا نہ جائے اس کا نقصان لازماً جماعت کو پہنچتا ہے اور یہ جماعت کی بدنصیبی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوٹی چھوٹی بدتمیزیوں کو دیکھتی ہے اور انہیں برداشت کرتی چلی جاتی ہے اور بروقت

اقدام نہیں کرتی، جس کے نتیجے میں بعض دفعہ بہت گہرے نقصان پہنچ جاتے ہیں۔

جماعت ناروے میں بھی ایسے لوگ تھے جنہوں نے نظم وضبط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کے وقار کو مجروح کرنے والی حرکتیں کیں اور نتیجۃً مسلسل یہی سمجھتے رہے کہ وہ متقی اور پرہیز گار ہیں اور باقی سب لوگ گندے ہیں اور رفتہ رفتہ سرکشی پیدا ہونے لگی اور امیر کی موجودگی میں بھی اور مجلس عاملہ میں بھی، مسجد میں، مجالس میں بلند آواز سے بدتمیزی کی باتیں ہوتی رہیں۔ تو سب سے پہلے جس فتنے سے مجھے تکلیف پہنچی وہ یہ فتنہ تھا لیکن افسوس ہے کہ جن لوگوں کے سپرد ذمہ داری کی جاتی ہے اگر وہ بروقت مناسب اقدام کی اہلیت نہیں رکھتے تو مجھے وقت پر مطلع کیوں نہیں کرتے فتنے جماعت میں پل ہی نہیں سکتے۔ اگر جماعت کو یہ معلوم ہو جائے کہ خلیفہ وقت کا یہ منشا ہے تو ناممکن ہے کہ یہ جماعت کسی فتنہ پرداز کو اپنے اندر جگہ دے لیکن لاعلمی میں بہت سے لوگ دھوکا کھاتے اور کسی نہ کسی طرح ملوث ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک طرف کی باتیں سنتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ہاں یہ سچی بات کر رہا ہے اور بعض دفعہ بات سچی بھی ہوتی ہے مگر کہنے کا انداز جھوٹا ہے، کہنے کا انداز فتنہ ہے۔ چنانچہ وہ منافقین جو آنحضرت ﷺ کو سچا کہتے تھے، قرآن کریم نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا بات تو سچی کرتے ہیں لیکن ہیں جھوٹے لوگ، تو بعض دفعہ باتیں سچی ہوتی ہیں لیکن باتیں کرنے کا مقصود فتنہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ جب ایسے بعض دوستوں سے سنتے ہیں کہ فلاں دوست میں یہ نقص ہے، فلاں میں یہ نقص ہے اور امیر صاحب اس کو برداشت کر رہے ہیں اس کے خلاف کوئی سخت قدم نہیں اٹھایا جاتا، تو بعض نقائص واقعۃً ہوتے ہیں اس لئے بعض سادہ لوح انسان اس کے دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن مومن کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس کی سادگی ان معنوں میں سادگی نہیں کہ وہ بے وقوف ہو۔ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے، ہر ایسا شخص جس کو تقویٰ کی روشنی نصیب ہو وہ کبھی ایسے دھوکے میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ تقویٰ کے معیار میں کچھ کمی ہے جس کے نتیجے میں ایسا واقع ہوتا ہے۔ یک طرفہ باتیں سننے کا چسکا پڑ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ محسوس کئے بغیر کہ اس سے کتنا بڑا نقصان جماعت کو پہنچ سکتا ہے۔ کچھ لوگ ایک طرف ایک گروہ میں بٹنے لگتے ہیں۔ کچھ دوسری طرف دوسرے گروہ میں بٹنے لگتے ہیں۔

پھر ایک اور بے ہودہ فتنے نے اس رنگ میں سر اٹھایا کہ ایک صاحب جن کے سپرد جماعت

کا ایک عہدہ تھا اور بڑا اہم عہدہ تھا، وہ جماعت کے پریذیڈنٹ کے گریبان پر ہاتھ ڈالتے تھے بدتمیزی کرتے تھے اور بعض دفعہ جسمانی طور پر زدوکوب بھی کیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ ہمارے ناروے کے امیر مکرم نور بولستاد صاحب تھے اور ان کو تو چونکہ لمبا انتظامی تجربہ نہیں تھا وہ اس قسم کی بے ہودہ حرکتوں اور بدتمیزیوں سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ ایک دفعہ انہوں نے مجھے لکھ بھیجا کہ مجھ سے اب مزید کام نہیں ہوسکتا یہ لوگ اس سرشت کے لوگ ہیں، اس مزاج کے لوگ ہیں کہ میں ان سے نپٹ نہیں سکتا، میں نے اصلاح کی بہت کوشش کی مگر یہ باز نہیں آئے۔ وہ تو لاعلم تھے اگر ان کو پہلے پتہ ہوتا کہ ایسی صورت میں فوری طور پر آپریشن کرنا پڑتا ہے۔ جہاں دواؤں سے مرض نہ سنبھلتا ہو وہاں جراحی کے سوا کوئی علاج نہیں اور فوری جراحی ہمیشہ بہتر نتیجہ دکھاتی ہے۔ ان کو یہ بھی علم نہیں تھا کہ ایسے معاملات کو فوری طور پر میرے علم میں لانا چاہئے لیکن جو مربی وہاں موجود تھے اور اس وقت ان کے نائب امیر تھے انہوں نے آنکھیں بند رکھیں۔ پہلے فتنہ سے بھی آنکھیں بند رکھیں اور بعد کے فتنہ سے بھی آنکھیں بند رکھیں اور اس کو شاید وہ اپنی شفقت سمجھتے ہوں اور یہاں کے لوگ بھی یہی سمجھتے تھے کہ بڑے ہی نرم مزاج حلیم طبع اور شفیق مربی ہیں۔ جب امیر نے اس وقت فتنوں سے آنکھیں بند رکھیں کہ لوگوں کو کہیں تکلیف نہ پہنچے اور جب نائب امیر ہوئے تب بھی فتنوں سے آنکھیں بند رکھیں۔ اس کا نام حلم نہیں ہے اس کا نام انتہائی سادہ لوحی ہے جس کے لئے اصل لفظ میں کہہ نہیں سکتا کیونکہ اس سے دل مجروح ہوں گے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت کا جو عہدے دار ایسی باتوں سے صرف نظر کرتا ہے وہ خواہ کیسا ہی نیک اور بزرگ اور سلسلے کا وفادار کیوں نہ ہو اس سے ضرور سلسلے کو نقصان پہنچتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ وفا کے اعلیٰ تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ ذاتی تعلقات اور ذاتی دشمنیوں کو سراسر بھلا دیا جائے۔ ہر ایسے شخص کا جس کے علم میں ایسی بداخلاقیاں آتی ہیں۔ فرض ہے کہ وہ اول تو فوری طور پر بیمار لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرے اگر وہ نہیں سمجھتے تو افسر بالا کو بتائیں۔ اگر وہ اقدام نہیں کرتے تو پھر اوپر بات پہنچائیں۔

لیکن ایسا ہونے کی بجائے جماعت میں چہ میگوئیاں ہوتی رہیں اور اس کا ایک بہت بڑا نقصان یہ پہنچا کہ ناروے کے ایک نہایت متقی اور بزرگ انسان جو نارویجن قوم سے تعلق رکھتے تھے، جن کو میں نے عمداً اس قوم کی تربیت کی خاطر امیر مقرر کیا تھا وہ ان جیسے نیک اور پارسا امیر سے محروم رہ گئے۔

جرمنی میں بھی ایسے فسادات ہوئے لیکن جرمنی میں فسادات کی کچھ مختلف نوعیت بھی تھی اور دوسری بات یہ ہے کہ امیر صاحب جرمنی کو اللہ تعالیٰ نے بے حد حوصلہ عطا فرمایا ہے اور ہر شخص میں وہ حوصلہ نہیں ہوتا ان کے اندر خدا تعالیٰ نے جو خوبیاں رکھی ہیں ان میں سے ایک صبر کی خوبی ہے۔ لمبے عرصے تک وہ صبر کے ساتھ تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے اور دو تین دفعہ میرے علم میں بھی لائے میں نے بھی کوشش کی۔ جب وہ بیماری ٹھیک نہ ہوئی تو بالآخر گزشتہ خطبہ میں میں نے جو حالات بیان کئے ہیں وہ حالات رونما ہوئے اور معاملہ یہاں تک پہنچا۔

ناروے میں بعد میں فتنے نے ایک اور رنگ اختیار کر لیا۔ بعض لوگ امیر سے جو موجودہ امیر ہیں ان سے دل برداشتہ تھے، خواہ خانگی جھگڑوں کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے ان کو نائب امیر صاحب ایسے مل گئے جو ان کی باتیں سنتے تھے۔ ایسے اور عہدیدار مل گئے جو ذیلی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے عہدیدار تھے جن کا ہرگز کام نہیں ہے کہ وہ جماعتی نظام میں دخل دیں اور جماعت کے خلاف باتیں کرنے والوں کی دلجوئی کریں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں اور ہمدردیوں کے اظہار کریں اور فتنہ جب بھی اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ بڑے عہدیدار ہمدردی اور شفقت سے فتنہ پردازوں سے گفتگو کرتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تو پھر ساری جماعت کو سخت خطرہ در پیش ہو جاتا ہے۔

اور پھر پہلی دفعہ میں نے وہاں باقاعدہ ایسے آثار دیکھے کہ فتنہ پرداز باقاعدہ ایک پارٹی بنتے چلے جا رہے تھے اور دونوں طرف کے خطوط مجھے ملتے تھے۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ یہ دونوں جماعتیں ایک الٰہی جماعت کی طرف منسوب نہیں ہو سکتیں۔ اگر ایک الٰہی ہے تو دوسری ضرور شیطانی ہے کیونکہ اس قسم کے پھٹے ہوئے گروہ توحید میں نہیں سما سکتے اور خلافت اسلام میں توحید کی نگرانی کرنا سب سے بڑا فریضہ ہے آیت استخلاف کا جو آخری نتیجہ خدا تعالیٰ نے نکالا ہے وہ توحید پر مومنوں کی جماعت کو قائم رکھنا ہے۔ جو خلافت سے کاٹے جاتے ہیں وہ توحید سے کاٹے جاتے ہیں یعنی خود منتشر ہو جاتے ہیں بکھر جاتے ہیں ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتے ہیں، نام کے بہتّر فرقے ہیں لیکن ہر فرقے میں بہتّر در بہتّر فرقے ہوتے چلے جاتے ہیں۔

پس یہ میرے اولین فرائض میں سے ہے۔ اگر میں اس فریضہ کو ادا نہ کروں تو میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ جماعت کو ایک ہاتھ پر اکٹھا رکھنا میرے فرائض میں سے ہے جس سے میں

ہرگز کسی قیمت پر روگردانی نہیں کرسکتا۔اس معاملہ میں میں سوائے خدا کے اور کسی کا دوست نہیں ہوں اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہو کہ مجھ سے اچھے تعلقات ہیں مجھ سے محبت کے دیرینہ مراسم چلے آرہے ہیں میں اس سے پیار کرتا ہوں تو یہ واہمہ دل سے نکال دے۔میرا پیار اس حد پر جا کر رک جاتا ہے جہاں وہ خدا کی مقرر کردہ حدوں کو پھلانگ کر باہر نکلتا ہے اور مجھ میں یہ گنجائش اور توفیق ہی نہیں ہے کہ ایسے شخص سے پیار کا کوئی تعلق رکھ سکوں۔تو ایسے موقع پر وہ بعض دفعہ مجھے واسطے دیتا ہے کہ آپ تو بڑے شفقت کرنے والے،آپ تو بڑے مہربان ہیں،آپ ہمیشہ مجھ سے اس طرح کیا کرتے تھے،اب کیوں آنکھیں پھیری ہیں؟ تو میں ان کو بتاتا ہوں کہ آنکھیں پھیرنے والا وہ ہوتا ہے جو خدا اور اس کے دین سے آنکھیں پھیرلے جو دین کے اعلیٰ مفادات سے آنکھیں پھیرلے،جو دین کے اعلیٰ تقاضوں سے آنکھیں پھیرلے اور اگر خلیفہ وقت اس سے آنکھیں نہ پھیرے تو اس کی آنکھیں دیکھنے کے لائق نہیں ہیں۔وہ نور بصیرت سے عاری آنکھیں ہیں اور خدا مجھے ایسی توفیق نہ دے کہ میری آنکھیں بھی اس طرح اندھی ہو جائیں کہ جن کی آنکھیں نظام جماعت سے پھر رہی ہوں میری آنکھیں ان کو محبت سے دیکھیں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔اس فتنے نے جب یہاں تک سر اٹھایا تو مجھے کچھ اقدامات کرنے پڑے اور عجیب بات ہے کہ جو لوگ ملوث ہوتے ہیں اور آخر وقت تک اپنے آپ کو معصوم ہی سمجھ رہے ہوتے ہیں کوئی نہ کوئی بہانہ پیش نظر رکھتے ہیں اور یہ بات نہیں سوچتے کہ ان کی ان حرکتوں کے نتیجے میں جماعت ضرور بٹ رہی ہے اور نظام جماعت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

آخری فیصلہ اس بات سے ہونا چاہئے کہ جو باتیں میرے علم میں آئی ہیں اگر وہ غلط ہیں تو ان کا صحیح علاج کیا ہے؟ ہر وہ علاج غلط اور جھوٹا ہے جس سے نظام جماعت کو کسی طرح کی آنچ آئے اور بعض لوگ نظام سے دل برداشتہ ہوں اور مومنوں کی جماعت میں تفریق پیدا ہو۔

سوال یہ ہے کہ کیا امیر کبھی غلطی نہیں کرتا؟ یقیناً کرتا ہے۔کئی امیر ہیں جو نہ صرف اپنے فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں بلکہ احباب جماعت سے ویسا شفقت اور محبت کا تعلق نہیں رکھتے جیسا کہ ان کے منصب کا تقاضا ہے۔ایسے بھی امیر ہیں جو بعض دفعہ بعض لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ محبت کا تعلق رکھنے لگ جاتے ہیں اور وہ لوگ ان امیروں سے کھیلتے ہیں اور ان کو یہ بتاتے ہیں کہ فلاں شخص تو تمہارے خلاف ہے،اگر تم نے ان کے ساتھ کسی قسم کا نظام جماعت میں سختی کا برتاؤ کیا تو وہ فساد برپا

کر دیں گے اور تمہارے سامنے تو کہنے کی جرأت نہیں لیکن تمہارے پیچھے ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں اور بعض امیر اپنی بے وقوفی میں ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھیلتے اور بے وجہ بجائے فتنے کو دبانے کے فتنے کو ہوا دینے کا موجب بن جاتے ہیں اس لئے اس بات سے میں انکار نہیں کر رہا کہ امیر غلطی نہیں کر سکتا۔ امیر غلطی کر سکتا ہے۔ بہت سے امراء ہیں جن کو اپنے عہدوں سے معزول کیا گیا ہے ان کے اوپر کمیشن بٹھائے گئے ان کی نگرانی کی گئی، کئی قسم کی غلطیاں انسان کو لاحق ہیں۔ امارت کے نظام کا طریق یہ ہے کہ جماعت اپنے طور پر حسب توفیق جس کو سب سے اچھا متقی اور پرہیز گار سمجھے اسی کو امیر چنتی ہے لیکن جہاں جماعت میں انتخاب کی صلاحیت پوری نہ ہو جہان جماعت میں خود تقویٰ کا معیار بعض جگہوں پر گرا ہوا ہو، جہاں جتھے بن رہے ہوں، خاندانی پارٹیاں بنی ہوئی ہوں وہاں اکثر اوقات امیر کے انتخاب میں غلطی ہو جاتی ہے اور جب ایک دفعہ غلطی ہو تو پھر جماعت کو اس کے نقصانات پہنچتے رہتے ہیں۔ اسی لئے نظام جماعت میں خلیفہ وقت کو آخری اختیار رہے کہ جس انتخاب کو چاہے رد کر دے لیکن بعض دفعہ اس امیر کی غلطیاں یا جماعت کی غلطیاں فوری طور پر سامنے نہیں آتیں کچھ وقت لگتا ہے اور ایسے موقعوں پر اقدام کیا جاتا ہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ امیر غلطی نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں امارت کا ساتھ دے رہا ہوں۔ اس مضمون کو سمجھانے کی ضرورت ہے میں ان معنوں میں امارت کا ساتھ دیتا ہوں کہ جب تک کوئی امیر مقرر ہے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے فرمان کے مطابق لازماً اس کے ساتھ اطاعت کا تعلق رکھنا ہوگا۔ لازماً ہر اس شخص سے بیزاری کا اظہار کرنا ہوگا جو امیر کی اطاعت کے خلاف باتیں کرتا ہے یا اس کے خلاف دل بھرتا ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ امیر سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ ان کا علاج اور ہے ان کا علاج یہ نہیں ہے کہ ایک بیماری کو دور کرنے کے لئے سو بیماریاں پھیلا دی جائیں۔ بعض لوگ امیر کے متعلق جب یہ سنتے ہیں کہ اطاعت کرو اور جب بھی کہے جو کچھ کہے اگر وہ نظام جماعت کے اندر ہے، معروف کے خلاف بات نہیں تو اپنی نفرتوں کو بھلا کر بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پھر ڈکٹیٹر شپ ہوئی۔ اور بعض جماعتوں میں جب امیر کے ساتھ اختلاف ہوئے خواہ وہ غلطی امیر کی بھی ہو۔ بعض لوگوں نے امراء سے بڑی سختی کی اور ان کو بار بار ڈکٹیٹر، ڈکٹیٹر، ڈکٹیٹر کے طعنے دیئے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔

اگر امیر کسی پر بالا رادہ یا بلا ارادہ ظلم کرتا ہے تو یاد رکھیئے ، ہر ایسا شخص اگر وہ نظام جماعت اور خدا کی خاطر صبر سے کام لیتا ہے تو خدا کے فرشتے اور خدا کا سارا نظام اس کی تائید میں کھڑا ہوگا اور ضرور اس کے لئے راحت کے سامان فرمائے گا۔ دنیا میں بھی اس کو جزا دے گا اور آخرت میں بھی اس کو جزا دے گا لیکن اگر وہ صبر سے کام نہیں لیتا تو اس کے لئے دو طریق ہیں۔

اول:۔ یہ کہ جیسا کہ نظام مقرر ہے وہ بالا افسروں تک شکایت پہنچائے، بجائے اس کے کہ غیر متعلقہ لوگوں سے باتیں کرے۔ جب وہ افسر بالا تک شکایت پہنچاتا ہے اور وہ نہیں سنتا تو پھر بالآخر بات خلیفہ تک پہنچتی ہے اور میں نے تو یہاں تک اعلان کر رکھا ہے کہ سارے درمیان کے واسطے بیشک چھوڑ دو صرف ایک واسطہ اختیار کرو جس کے خلاف شکایت کرنی ہے، تقویٰ سے کام لو اور اس کی معرفت کرو تا کہ شکایت غیبت نہ بن جائے۔ چغلخوری نہ ہو اور اس کو علم ہو کہ میرے متعلق کیا کہا جا رہا ہے۔

لیکن اگر تمہیں شک ہے کہ وہ اس چٹھی کو دبا کر بیٹھ جائے گا تو اس کی نقل مجھے بھجوا دو اور پھر مجھ پر چھوڑ دو تو اول تو پہلی بات یہ کہ جس شخص کے اوپر ایک اور نگران بیٹھا ہوا ور اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کرے بلکہ انصاف پر قائم رہے تو ایسے شخص کو ڈکٹیٹر کا طعنہ دیا ہی نہیں جا سکتا۔ ڈکٹیٹر تو مطلق العنان اور خود مختار، ہستی کو کہتے ہیں جو چاہے کرے ہر قانون اس کے تابع ہوتا ہے۔ ایک امیر بے چارہ ڈکٹیٹر کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے اوپر نظارتیں ہیں، وکالتیں ہیں، اور اس کے اوپر خلیفۃ المسیح کی نگرانی ہے۔ جب شکایت کے یہ سارے رستے کھلے ہیں تو ان رستوں کو چھوڑ کر عوام الناس کی عدالت میں پہنچنا یہ روحانیت کے خلاف ہے اور نظام جماعت میں کسی قیمت پر برداشت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس طرح فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ جماعت الٰہی جماعت ہے کوئی احراری جماعت تو نہیں۔

احراری جماعت اور الٰہی جماعت میں زمین و آسمان کے فرق ہوتے ہیں احراری جماعتوں میں بدتمیزی بدخلقی، بدگوئی، ہر قسم کی پارٹی بازی یعنی سیاسی جماعتوں کی بدترین قسم ہے۔ الٰہی جماعت ایک پاکیزہ جماعت ہے۔ اس کے سارے معاملات خدا کی خاطر ہوتے ہیں۔ عہدے ذمہ داریاں ہیں نہ کہ اپنی برتری کو ثابت کرنے کے لئے کوئی شخص انہیں استعمال کرتا ہے۔ عہدیداری تو ایک بہت ہی بڑا بوجھ ہے۔ جن لوگوں نے الٰہی جماعتوں میں مناصب کی حقیقت کو سمجھا ان میں ایسے بھی پیدا ہوئے جیسا کہ حضرت امام مالکؒ جن کو عہدہ قبول نہ کرنے کی سزا کے طور پر کوڑے مارے گئے

اور ایسی تکلیفیں دی گئیں کہ بعد میں ان کے ہاتھ شل ہو گئے اور وہ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ اور بھی بہت سے عالم اسلام کے پہلے دور میں جبکہ تقویٰ کا معیار بہت بلند تھا ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ ایک شخص عہدے سے ڈرتے ہوئے توبہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس عہدے کے لائق نہیں ہوں میرے سپرد نہ کرو اور بادشاہ وقت زبردستی سزا دے کر، بعضوں کو قید کیا گیا، بعضوں پر کوڑے برسائے گئے ،بعضوں کو اور سزائیں دی گئیں، اور حکماً ان کو مجبور کیا جاتا رہا کہ تم یہ عہدہ قبول کرو۔

کہاں یہ نظام اسلام جہاں عہدے سے خوف پیدا ہوتا ہے اور دل ڈرتے ہیں کہ میں ان ذمہ داریوں کو ادا کر سکوں گا کہ نہیں، کہاں ان عہدوں کو ڈکٹیٹر شپ قرار دے دینا اور یہ سمجھنا کہ یہ بھی دنیا کے مناصب ہیں جن میں سے ایک منصب پر یہ شخص فائز ہو گیا ہے جو مجھے پسند نہیں۔ یہ باتیں تقویٰ کی روح سے خالی ہیں اور ان کو نظام جماعت میں اب کسی طرح بھی مزید برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ ایک دو ہوں اور اس وقت پکڑا جائے تو بہت بہتر ہے بجائے اس کے کہ یہ عام بیماریاں بن جائیں۔ اس سلسلے میں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ خلیفہ وقت کبھی بھی کسی امیر کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جماعت پر کسی قسم کا ظلم کرے۔ اگر ایک فرد کی شکایت بھی پہنچے تو اس کی پوری تحقیق کی جاتی ہے اور امیر کو اس بات کے لئے جواب دہ بنایا جاتا ہے اور ایسے کئی واقعات ہو چکے ہیں جن میں ایک شخص نے جب مجھ تک شکایت پہنچائی کہ فلاں عہدیدار کی طرف سے خواہ وہ امیر تھا یا وکیل تھا یا ناظر تھا مجھے یہ تکلیف پہنچی ہے تو بلا تاخیر میں نے ایسی تحقیق کروائی ہے جو کلیۃً آزاد تحقیق تھی اور بعض لوگوں کو شک ہوتا ہے کہ شاید اس تحقیق میں بھی کسی نے اثر ڈال دیا ہوگا ایسے لوگوں کو بعض دفعہ میں یہاں تک کہتا رہا ہوں کہ تم اپنے نمائندے مقرر کرو جو ساتھ بیٹھیں اور پھر اپنے نمائندوں سے سن کر مجھے بتاؤ کہ کیا ناجائز حرکت ہوئی ہے۔ جس عہدے دار کے سر پر ایسا زبردست نظام موجود ہو کہ وہ ذرا بھی راہ راست سے ہٹے تو اس کی نگرانی کی جائے، اس کے متعلق تحقیقاتی کمیشن بیٹھیں اور اگر وہ غلطی کرتا ہے تو اس کی پاداش میں اس کو عہدے سے معطل یا معزول کرنا پڑے تو پھر ایسے شخص کو ڈکٹیٹر کہہ دینا بڑا ظلم ہے۔ **نظام جماعت میں تو کوئی ڈکٹیٹر ہو ہی نہیں سکتا۔ خدمت کرنے والے لوگ ہیں۔** ایک بے چارہ سیکرٹری مال ہے سوائے اس کے اس کو مشغلہ ہی کوئی نہیں کہ وہ خدا کی خاطر پیسے اکٹھا کرتا پھرے۔ دنیا جب اپنے پیسے اکٹھے کرنے

میں مصروف ہوتی ہے وہ گھر گھر پھرتا ہے، دروازے کھٹکھٹاتا ہے اور رات کو اپنے حساب کتاب لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ بعض کے بیوی بچے مجھے شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے لئے بھی تو اس کا کچھ رہنے دیں۔ یہ تو دن رات جماعت کے کاموں میں ہے۔ بعض ایسے امراء ہیں جن کے بیوی بچے مجھے بتاتے ہیں کہ مدتیں ہوگئی ہیں ہمارے بچوں نے ان کو نہیں دیکھا۔ رات کو کام کر کے دیر سے آتے ہیں ، صبح جلدی چلے جاتے ہیں اور سوائے نظام جماعت کے ان کا ہے ہی کچھ نہیں۔ ہمارے تو کسی کام کے نہیں رہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ان کے اتنے کام کے ہیں کہ ان کو اندازہ ہی نہیں۔ ان کی برکتیں وہ نسل ہی نہیں بلکہ نسلاً بعد نسل ان کی اولاد پاتی رہے گی اور آسمان سے یہ برکتیں بارش کی طرح ان پر نازل ہوں گی ایسے وفاداروں کو خدا کبھی تنہا نہیں چھوڑا کرتا کبھی بے جزا کے نہیں چھوڑا کرتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا دیکھو تم سمجھتے ہو کہ تمہارا باپ تمہارے لئے خالی گھر چھوڑ گیا ہے کبھی یہ وہم دل میں نہ لانا، یہ وہ گھر ہے جس پر ہمیشہ برکتیں برستی رہیں گی۔ تم پر، تمہاری اولادوں پر، تمہاری اولادوں کی اولادوں پر اس گھر میں دعاؤں کے ایسے خزانے بھر گیا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ تو نظر کی بات ہے، دیکھنے کی بات ہے جن نظروں کو خدا تعالیٰ نے نور عطا کیا ہو ان کو یہ برکتیں دکھائی دیتی ہیں مگر بعضوں کو نہیں دکھائی دیتیں۔ کسی نہ کسی حد تک شکوہ واجب بھی ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ میں حکماً ایسے عہدے داران کو کہتا ہوں کہ تم اتنی دیر کے لئے کام سے الگ ہو جاؤ یا زبردستی چھٹی دلواتا ہوں۔ بعضوں کو میں نے یہ کہہ کر رخصت پر بھجوایا کہ تم اتنی دیر اپنے خاندان کو لے کر کسی اچھے خوبصورت مقام پر جاؤ اور ان کے ساتھ کچھ دن زندگی بسر کرو اور تمہیں یہ حکم ہے تم اس کا انکار نہیں کر سکتے اور جماعت کو جو ایسا خلافت سے تعلق ہے اس میں کوئی یہ تو نہیں کہتا کہ آپ یہ حکم دینے والے کون ہوتے ہیں۔ آپ دین کی باتیں کریں، آپ کو ہماری ذات سے کیا تعلق؟ ہر شخص جس سے میں ایسی بات کرتا ہوں۔ مجھے علم ہوتا ہے کہ اس کا مجھ سے ایک ایسا تعلق ہے کہ باپ بیٹے کو حکم دے سکتا ہے تو اس سے بڑھ کر وہ میرے حکم کو قبول کرے گا اور یہ تعلقات اور معمول کے تعلقات اور نوع کے تعلقات ہیں، دنیا کو ان کی خبر ہی کوئی نہیں۔ ایسے حالات میں ایک امیر کو یہ طعنہ دے دینا کہ تم ڈکٹیٹر ہو، نہایت لغو بات ہے ایک دل کا غصہ اتارنے والی بات ہے۔ اگر امیر نے کوئی ظلم کیا تھا تو جب تک یہ بات

نہیں کہی اس وقت تک خدا کے فرشتے شاید اس کو ڈکٹیٹر کہتے ہوں۔اس لئے کہ وہ ظلم کر رہا ہے۔ان معنوں میں ڈکٹیٹر کہا جا سکتا ہوگا لیکن جب کہنے والے نے کہہ دیا تو پھر یہ آسمان کی آواز بند ہوگئی۔اگر اس شخص کو پہنچنے والی تکلیف مجھے معلوم ہوتی تو میں اس کی تائید میں کھڑا ہوتا،اس کے دل کی تکلیف میرے دل کی تکلیف بن جاتی ، میں اس کی طرف سے باز پرس کرتا اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ اگر کسی عہدے دار کو توفیق نہیں ہے کہ وہ جھک کر معافی مانگے تو اس کی طرف سے میں جھک کر معافی مانگتا ہوں اور جس کو تکلیف پہنچی ہے اسے کہتا ہوں کہ اصل ذمہ دار میں ہوں۔میرے ماتحت شخص نے یہ حرکت کی ہے اور میرا فرض ہے کہ تم سے دل کے ساتھ معافی مانگی جائے۔اگر یہ نہیں مانگتا تو میں مانگتا ہوں اور اس سے دلوں کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے۔

پس نظام جماعت تو ایک لاثانی نظام ہے اس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ہے۔اس کو چھوٹی ادنیٰ ادنیٰ باتوں سے ذلیل ورسوا نہ کریں۔اگر آپ نے اس نظام کی قدر نہ کی تو یہ سوچیں کہ یہ نظام پہلے بھی ایک دفعہ ناقدری کے نتیجے میں اٹھالیا گیا تھا اب دوبارہ خدا نے آپ کو نعمت دی ہے اور الحمدللہ اس وعدہ کے ساتھ دی ہے کہ یہ نظام اب ہمیشہ رہے گا مگر ناقدری کرنے والوں کو سزا ضرور ملے گی اس لئے احتیاط سے کام لیں۔جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔آپ کو نظام جماعت کے تابع رہتے ہوئے امیر ہی کا سوال نہیں کسی بھی عہدیدار سے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھے لکھ سکتا ہے۔خواہ وہ چھوٹا عہدیدار ہو خواہ وہ بڑا عہدیدار ہو اور میں جماعت کو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے بوجھ کی فکر نہ کریں۔اگر مجھ تک تکلیف دہ باتیں نہ پہنچیں تو مجھے تکلیف ہوگی لیکن ہوں سچی یہ شرط ہے اگر تقویٰ کے خلاف کوئی جھوٹی باتیں پہنچیں گی تو پھر لازماً ایسے شخص کو سزا دی جائے گی۔وہ دہرا جرم کرتا ہے۔خلیفہ وقت کو دھوکا دیتا ہے اور خدا کے نظام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔سچی شکایت ہو۔سچے طریق پر پہنچے جس کے خلاف شکایت ہے اس کی معرفت بھجوائی جائے اس کی نقل مجھے بھجوادی جائے۔پھر دیکھیں لازماً کارروائی ہوگی لیکن کارروائی وہ ہوگی جو تقویٰ تقاضا کرتا ہے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے حق میں ضرور ہوگی حالانکہ بالکل غلط بات ہے۔

بعض دفعہ ایسے ایسے ظالمانہ الزام عہدیداروں پر لگائے جاتے ہیں کہ پہلا خط پڑھ کر تو پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے کہ اچھا جماعت میں ایسے ایسے خوفناک عہدیدار بھی ہیں۔جب

تحقیق کی جاتی ہے تو بات برعکس نکلتی ہے۔شکایت کنندہ ظالم نکلتا ہے۔اب میں نے اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر فیصلے کرنے ہیں۔شکایت کنندہ کے دل کی حالت کو دیکھ کر تو فیصلے نہیں کرنے جب میں فیصلہ کرتا ہوں تو پھر بعض دفعہ وہ کہہ دیتا ہے۔بعض دفعہ دل میں رکھتا ہوگا کہ لو جی خلیفہ کے پاس بھی انصاف نہیں لیکن میں آپ کو ایک اور بات بتاتا ہوں کہ خلیفہ کوئی ڈکٹیٹر نہیں ہے کیونکہ خلیفہ کے اوپر سب سے زیادہ مقتدر اور طاقتور ہستی بیٹھی ہوئی ہے جو ہر وقت اس کی نگرانی کرتی ہے۔

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ لاہوریوں کا فتنہ سر اٹھانے لگا تھا اپنے ایک جلالی خطبے میں یہ فرمایا کہ تمہیں خدا نے باندھ کر میرے تابع کر دیا ہے۔تم عہد بیعت سے مجبور ہو، تمہاری مجال نہیں ہونی چاہئے کہ میرے سامنے بات کرو اور آواز اٹھاؤ لیکن اگر میں غلطی کرتا ہوں اور مجھ سے شکایت ہے تو مجھ سے بالا ہستی جو ساری کائنات میں سب سے بالا ہستی ہے۔اس کے پاس میری شکایت کرو۔اس کو شکایت کرو کہ یہ بڈھا ہمیں یہ تکلیف دے رہا ہے اور فرمایا کہ خدا پھر مجھے اس دنیا سے اٹھالے گا اور مجھے یہاں باقی نہیں رکھے گا کیونکہ اس کی خاطر تم میری اطاعت کر رہے ہو میری خاطر تو نہیں کر رہے۔

اس لئے جس خلیفہ کے اوپر ایسا مقتدر خدا بیٹھا ہو، جس کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہو ایسے خلیفہ کے خلاف شکایت تو سب سے بڑے دربار میں ہوتی ہے۔پس یہ نظام خلافت آمریت سے کوئی مشابہت رکھتا ہے اور نہ نظام امارت، سلسلے کا کوئی عہدہ بھی ایسا نہیں جس میں آمریت کی ذرّہ بھی خوبو پائی جائے لیکن احباب جماعت کو تقویٰ سے کام لینا چاہئے۔اس نظام کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہئے۔سمجھ لینا چاہئے اور جب خدا تعالیٰ نے یہ سارے رستے رکھے ہوئے ہیں شکایتیں دور کرنے کے ان کو اختیار کیا جائے۔جب بھی ایک شخص اپنی شکایت کو صحیح رستہ پر چلانے کے بجائے دوسرے لوگوں تک پہنچاتا ہے جن کا تعلق نہیں ہے تو اس سے کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔اول یہ کہ وہ شکایت جب کسی اور بھائی سے کرتا ہے یا بہن سے کرتا ہے تو اپنے دل کا غبار اسی سے نکال لیتا ہے پھر خدا پر اس کا کچھ نہیں رہتا اور یکطرفہ باتیں کرتے ہوئے بسا اوقات جس عہدیدار سے شکایت ہے اس کے خلاف بدتمیزی بھی کرتا ہے، اس کو گالیاں بھی دے جاتا ہے اور کئی قسم کے ایسے ناجائز فقرے کستا ہے جس کے نتیجے میں وہ مظلوم تھا ظالم بن جاتا ہے۔پھر جس سے

باتیں کرتا ہے اس کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔ اگر وہ شخص تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر نہیں ہے تو اس کی باتیں سن کر آگے متعلقہ عہدیدار کو پہنچانے کی بجائے، اس کے خلاف ردعمل دکھانے کی بجائے وہ اپنے دل میں بٹھالیتا ہے اور اس سے ہمدردی شروع کر دیتا ہے۔ کہتا ہے ہاں ہاں! یہ تو تم سے زیادتی ہوگئی اس طرح اس کو ایک اور دوست مل گیا۔ پھر اس سے ایک اور منافق دوست بن گیا، پھر اس سے ایک اور منافق دوست بن گیا۔ اس طرح بجائے اس کے کہ کسی شکایت کا ازالہ ہو، اس شکایت سے بہت بڑھ کر ایک روحانی بیماری جماعت میں پھیلنے لگ جاتی ہے۔ فرض کریں ایک امیر نے کسی کو گالی دے دی۔ اگر وہ خدا کی خاطر اسے برداشت کر لے۔ دنیا سے بھی تو گالیاں کھاتا رہتا ہے۔

کسی کی عزت کا سوائے خدا کے کوئی محافظ نہیں ہوسکتا۔ خدا کی خاطر اگر صبر کر جائے یا جیسا کہ میں نے کہا ہے شکایت کرے تو اس کا حق ہے لیکن جب وہ اردگرد ماحول سے ہمدردیاں لینے لگتا ہے تو یہیں سے پارٹیوں کا آغاز ہوتا ہے یہیں سے فتنے بنتے ہیں اور بدنصیبی سے ناروے کی جماعت میں بھی اس قسم کے فتنے پیدا ہوتے رہے۔ مختلف وقتوں میں میں نے دبایا اور بعد میں مجھے چٹھیاں آجاتی تھیں کہ ہمارا تو ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اگر ملوث بھی تھے تو معافی مانگتے ہیں لیکن کب تک اس طرح چلے گا۔

ایک وقت تھا جب ناروے کی جماعت سے مجھے بڑی محبت تھی، میں بڑے شوق سے یہاں آیا کرتا تھا، بہت دن یہاں ٹھہرتا تھا، ملک بھی خوبصورت ہے کبھی مجھے سال سال دو دو سال تک Relaxation کے لئے وقت نہیں ملتا تو میں اس وقت کو بچالیتا تھا کہ ناروے جا کرلوں گا اور چند دن یہاں الگ چلا جایا کرتا تھا لیکن جب سے آپ لوگوں نے یہ حرکتیں شروع کی ہیں میرا اس ملک میں آنے کو دل نہیں چاہتا۔ اس طرف دیکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ لفظ میرے لئے دکھ کا موجب بن گیا ہے، تکلیف کا موجب بن چکا ہے۔ کہاں کہاں سے تم لوگ آئے ہو، کس خدا کی خاطر ہجرتیں کی ہیں اور یہاں آکر اس نیک امیر سے یہ سلوک کیا جو بڑا ہی متقی انسان تھا اور جس نے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ بہت ہی محنت کر کے جماعت کی ذمہ داریوں کو سنبھالا یہاں تک کہ وہ دل برداشتہ ہوگیا۔

اس نے کہا یہ پاکستانی عجیب مخلوق ہیں۔ ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ میں تو احمدیت کی وجہ سے ان سے تعلق رکھتا تھا۔ اگر یہی احمدیت ہے تو پھر میں نقصان میں ہوں۔ ایسا بھی وقت ان پر آیا

جب وہ ٹھوکر بھی کھا سکتے تھے مگر متقی کو خود خدا ہاتھ رکھ کر بچا لیتا ہے جس کے اندر بیماری ہو وہ نہیں بچا کرتا۔ اس ٹھوکر سے تو بچ گئے لیکن اس کے قریب ضرور پہنچ گئے تھے۔ خود انہوں نے مجھے لکھا کہ میرے پر ایک ایسا وقت آیا تھا کہ یوں لگتا تھا کہ میں کنارے تک پہنچ چکا ہوں اور وجہ یہی تھی کہ کچھ جماعتوں میں کچھ بدتمیز لوگ، نظام جماعت کیساتھ گستاخی سے پیش آنے والے، چھوٹے چھوٹے کمینے جھگڑے کرنے والے، بات بات پر ایک دوسرے کو گالیاں دینے والے، وہاں سے ایسے بدنصیب لوگ آ گئے تھے جنہوں نے سارے تالاب کو گندا کیا ہوا تھا اور ابھی بھی اس کے بد اثرات موجود ہیں اس لئے آپ کو تقویٰ سے کام لینا چاہئے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جہاں تک امراء کا تعلق ہے ان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ لیکن سب سے بڑی غلطی جو بعض امراء کرتے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ جب خلیفہ وقت ان کو ایک کھلی کھلی نصیحت کرتا ہے تو اس کو نظر انداز کرنے کا ان کو کوئی حق نہیں۔ جماعت کی عدم تربیت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ساری جماعت تک خلفاء کے خطبے نہیں پہنچتے۔ میں جب زور دیتا ہوں کہ میرے لفظوں میں جماعت تک یہ آواز پہنچایا کرو تو مجھے ذرا بھی اپنے خطبے پڑھوانے کا شوق نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک اگر یہ نعوذ باللہ دکھاوا ہے تو میں اس دکھاوے پر لعنت ڈالتا ہوں۔ مگر میں جانتا ہوں میرا دل جانتا ہے کہ بڑی محنت کے ساتھ بڑے سوچ و بچار اور دعاؤں کے ساتھ میں ایک تربیت کا پروگرام بناتا ہوں۔ مدتوں اس پروگرام پر وقت خرچ کرتا ہوں اور میرا دل چاہتا ہے کہ ہر احمدی میری آواز میں میری بات خود سن لے۔ اگر نہیں سمجھ سکتا تو اس کے ترجمے اس تک پہنچ جائیں اور ان ترجموں کو سن کر وہ فائدہ اٹھائے کیونکہ وہ الفاظ دل کی گہرائی سے نکلتے ہیں۔ خواہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ان میں کیسے ہی نقص کیوں نہ ہوں لیکن بڑا فرق ہے اور سچے دل کے درد سے جو بات اٹھتی ہے، اس کا اور اثر ہوتا ہے۔ مگر بعض امراء ایک مخفی تکبر کی وجہ سے اس طرف توجہ نہیں دیتے چنانچہ بعض عہدے دار جو سلسلے کے مربی ہیں اور انہی کو امیر مقرر کیا گیا ہے یا عہدے دیئے گئے ہیں تو سب سے پہلے ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان باتوں پر عمل کریں۔ لیکن مخفی تکبر سے مراد یہ ہے کہ ان کو پتہ ہی نہیں کہ وہ متکبر ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ خلیفہ وقت کی بات پہنچ گئی، ٹھیک ہے ہم جو اس کا خلاصہ تیار کر دیتے ہیں پس وہی کافی ہے اور ہم نے پہنچا دی اور فرض پورا کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں کئی نسلیں تباہ ہو سکتی ہیں۔ ان کو یہ پتہ نہیں کہ وہ کتنا بڑا بوجھ

اٹھا رہے ہیں کتنی بڑی ذمہ داری قبول کر رہے ہیں۔ابھی سویڈن سے میں آیا ہوں۔وہاں لجنہ میں میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ آپ سے براہ راست بھی بات کرتا ہوں۔کوئی کسی قسم کا سوال کرنا ہو ،کوئی شکایت کرنی ہو تو بے تکلفی سے کریں اس پر ایک بچی نے اٹھ کر کہا کہ آج تک ہمیں سویڈش زبان میں آپ کا خطبہ نہیں پہنچایا گیا۔آپ پتہ نہیں کیا کیا کہتے رہتے ہیں۔لوگوں سے ہم سنتے رہتے ہیں۔ اس نے کہا یہاں پلے ہیں، یہیں پیدا ہوئے، یہیں بڑے ہوئے، ہمیں اردو نہیں آتی اور ہم مجبور ہیں ہمارا حق ہے کہ ہمیں بھی پتہ لگے کہ خلیفہ وقت ہم سے کیا تقاضے کرتا ہے۔میں حیران رہ گیا دیکھ کر کہ ایک تجربہ کار پرانا مربی، ساری عمر کا واقف زندگی ملک کا امیر ہو اور بار بار سننے کے باوجود اور علم رکھنے کے باوجود ان لوگوں سے غافل ہو اور ان کی ضرورتوں سے غافل ہو۔اور مقامی مربی بھی اسی طرح ایک تربیت یافتہ پرانے بہت ہی وفادار انسان اور دوسری خوبیوں کے لحاظ سے مرصع لیکن بچوں سے غافل ہیں۔ان کو کیوں خیال نہیں آیا کہ نظام جماعت کا فرض ہے کہ ان تک سویڈش زبان میں خطبہ پورے کا پورا پہنچایا جائے۔جن جماعتوں میں اخلاص ہے،تقویٰ ہے وہاں یہ کام کرنے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی۔

عربی زبان میں ہمارے پاس بہت تھوڑے ماہر ہیں لیکن بعض ایسے ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور نظام جماعت سے عشق ہے اور خلافت سے ایسی وفا کا تعلق ہے کہ اس کی مثال دوسری جگہ کم نظر آتی ہے۔ہمارے ایک ایسے ہی بزرگ سید حلمی الشافعی ہیں وہ ہفتہ نہیں گزرتا کہ انگریزی سے اس کا عربی ترجمہ کر کے ساتھ ساتھ بھجواتے رہتے ہیں۔اور وہ سلسلے کے ملازم نہیں ہیں، تنخواہ دار نہیں ہیں۔اپنی کمائی کے لئے اپنا وقت ہے اور الگ ان کو وقت دینا پڑتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اور بہت سی کتب کے تراجم کر چکے ہیں اور بہت سے نظام جماعت کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں لیکن ایک شوق ہے اور ذمہ داری کا احساس ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ خطبات ایسے ہیں جن کو ہر عرب تک پہنچنا چاہئے اور احمدی عرب کا حق ہے کہ اس تک یہ آواز عربی زبان میں پہنچے۔ان کو اس بات کا علم ہے لیکن جو بعض امراء ہیں اور جو بعض پرانے مربی ہیں ان کو احساس نہیں۔ میں نے اس سے پہلے کئی دفعہ خطبوں میں اشارۃً بغیر نام لے کر یہ باتیں سکھائیں اور سمجھائیں۔لیکن جن تک بات نہ پہنچنی ہو نہیں پہنچتی معلوم ہوتا ہے ان تک بات نہیں پہنچتی۔اگر ان کے دماغ میں

یہ بات پہنچ جائے کہ اس کی اہمیت کیا ہے تو پھر ساری جماعت تک ضرور پہنچے گی۔

پس جو opaque ہو وہی block کیا کرتا ہے۔ opaque ایسی کثیف چیز کو کہتے ہیں جو روشنی کو اپنے تک پہنچا کر وہیں ٹھہرا دیتی ہے اور روشنی اس کی سطح تک رہتی ہے اور شفاف وہ چیز ہوتی ہے جو اپنے میں سے گزرنے دے۔ پس جو کثیف چیز ہو اس سے روشنی اس لئے نہیں گزرتی کہ خود اس کے اندر بھی تو داخل نہیں ہوئی ہوتی۔ جس کے اندر روشنی داخل ہو جائے اس مادے سے پھر ضرور روشنی باہر بھی نکلتی ہے اور دوسروں کو بھی فیض پہنچاتی ہے اس لئے باقی امور میں ایسے عہدے دار خواہ کیسے ہی نیک کیوں نہ ہوں مخلص ہوں، فدائی ہوں، عمر بھر کی خدمتیں ہوں لیکن بعض دفعہ ایک معاملے میں مخفی تکبر کا شکار ہونے کے نتیجے میں یا بے وقوفی کے نتیجے میں، جو بھی آپ کہہ لیں وہ کسی ہدایت پر عمل نہیں کر رہے ہوتے اور اس سے بہت بڑا نقصان جماعت کو پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ دوسری بعض جماعتیں ہیں جہاں ایک ہی آدمی ہے، وہ فوری طور پر اکیلا سارا بوجھ اٹھاتا ہے اور تراجم کر کے پھر ان کو کثرت کے ساتھ شائع کراتا ہے، اور ایسی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن بدن معیار ترقی پر ہے اور ساری جماعت کو پتہ لگ رہا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ ساؤتھ انڈیا میں ہماری ایسی جماعتیں ہیں جو اردو نہیں سمجھتیں۔ وہاں ہمارے مولوی محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے اس بات کا جنون دیا ہوا ہے کہ ادھر آواز کان تک پہنچی، ادھر فوری طور پر اس کے ترجمے کئے اور ساری جماعتوں تک پہنچائے۔ وہاں سے جو جماعتوں کے خط ملتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کو افریقہ کا بھی پتہ ہے، ان کو امریکہ کا بھی پتہ ہے، ان کو چین، جاپان کا بھی پتہ ہے۔ جماعت کے سارے مسائل کا علم رکھتے ہیں اور ان کے خطوں میں روشنی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ کر مجھ سے بات کر رہے ہیں لیکن جہاں یہ خطبات نہیں پہنچتے وہاں بچے ہوں یا بڑے ہوں وہ بے چارے جماعت سے کٹے ہوئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے جس پر آخری ذمہ داری ڈالی ہے اس سے کٹ کر تو پھر روحانی ترقی نہیں ہو سکتی اس لئے بہت ہی اہم باتیں ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ نعوذ باللہ میں امیروں کی ناجائز حمایت کرتا ہوں۔ میں ان کی ہر بات پر نظر رکھتا ہوں جہاں تک پیش چلے ان کو سمجھانے کی بھی کوشش کرتا ہوں اور کئی دفعہ سرزنش سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ جماعت میں کوئی ڈکٹیٹر نہیں ہے۔ اگر مجھ سے کوئی شکایت ہے مجھ تک

پہنچائیں ۔ میں اس کو پوری نہ کروں اور آپ اپنے آپ کو سچا سمجھیں تو خدا کے دربار میں میری شکایت کریں۔ آپ کی حدیں تو وہاں تک پہنچتی ہیں جہاں کسی دنیا والے کی حد نہیں پہنچتی ۔ خدا تک آپ کے سوا اور کون پہنچ سکتا ہے کیونکہ آپ خدا کی جماعت ہیں، خدا کی خاطر اطاعت کرنے والے ہیں ۔

اس لئے اس نظام میں جو ایسا پاکیزہ الٰہی نظام ہے دنیاداری کی باتیں تو پنپ سکتی ہی نہیں، نہ پنپنے دی جائیں گی ۔ میں پھر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان باتوں میں اپنی اصلاح کریں ۔ تقویٰ سے کام لیں کیونکہ جیسا کہ میں نے اب شروع کیا ہے یہ باتیں عام خطبوں میں اس لئے میں بیان کر رہا ہوں کہ ساری دنیا کی جماعتوں کو پتہ چلے کہ تربیتی مسائل کیا ہیں؟ اور کن کن اطراف سے انہیں خطرے درپیش ہیں، وہ متنبہ ہو جائیں اور اگر یہ باتیں سننے کے باوجود ان کے عہدے داران تقویٰ سے کام نہ لیں اور خلیفہ وقت کی ہدایات پر عمل نہ کریں یا ان سے ناجائز سلوک کریں، زیادتی کریں تو میں حاضر ہوں جتنا بوجھ چاہیں مجھ پر ڈالتے جائیں ۔ اللہ تعالیٰ ہے جو بوجھ اٹھانے کی توفیق بخشتا ہے اور اپنے فضل سے توفیق بڑھاتا چلا جاتا ہے اس لئے اس بات کی بالکل پرواہ نہ کریں ۔ میرا بوجھ تو وہ بوجھ ہے کہ مجھے علم نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے ۔ کسی ملک میں جاؤں تو وہاں کے بچے اٹھ اٹھ کے شکایتیں کریں کہ ہمیں تو پتا ہی نہیں کہ آپ کیا کہتے ہیں ۔ ہماری طرف بھی تو توجہ کریں ۔ ہم بھی حق رکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ تقویٰ کی باریک راہوں پر محافظ اور نگران ہو جائیں ۔ شیطان باریک راہوں سے داخل ہوتا ہے یعنی متقیوں پر حملے کرنے کیلئے شیطان ہمیشہ باریک سے باریک راہ سے داخل ہوتا ہے تا کہ وہ نظر نہ آئے ۔ جو غیر متقی موٹے موٹے عام لوگ ہیں ان پر تو وہ کھلے کھلے حملے کرتا ہے اور پھر بھی ان کو نظر نہیں آتا ۔ مگر یہ خیال چھوڑ دیں کہ آپ کی روحانی ترقیات کے مسائل ایک دفعہ حل ہو چکے اور آپ نے ساری منازل طے کر لیں ۔ کوئی دنیا میں نہیں ہے جو ساری منازل طے کر سکے ۔ انجیل کا مطالعہ کر کے دیکھیں شیطان نے تو حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کی جو خدا کی طرف سے سب سے اعلیٰ منصب پر یعنی نبوت کے منصب پر فائز فرمائے گئے تھے ۔ بھیس بدل کر ان کا بھی امتحان لینے کی کوشش کی ۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھی امتحان لینے کی کوشش کی لیکن وہ ایسے نیکوں اور متقیوں پر بہت باریک راہوں سے حملے کرتا ہے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ ان کو نور بصیرت عطا فرما چکا ہوتا ہے وہ خدا کے نور سے دیکھتے ہیں اس لئے ان باریک راہوں پر وہ

محافظ اور نگران رہتے ہیں۔اس طرف سے بھی کسی دشمن کو مجال نہیں ہوتی کہ وہ ان پر حملہ کر سکے تو اپنے اس روحانی معیار کو بڑھائیں اور اپنی باریک راہوں کی نگرانی کریں۔مخفی طریق سے شیطان جب آپ پر حملہ آور ہو خواہ وہ آواز کسی نیک آدمی کی طرف سے آرہی ہو دراصل وہ شیطان کی آواز ہے۔

نیک آدمی ایک ملک کا عہدیدار ایک ملک کا صدر بھی بعض دفعہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بہت متقی اور بزرگ ہوں اور بات ایسی کر رہا ہوتا ہے کہ شیطان اس کو آلہ کار بنا رہا ہوتا ہے۔عام آدمی تک بات پہنچتی ہے تو کہتا ہے یہ دیکھو یہ فلاں اتنے بزرگ، متقی انسان نے کہی ہے حالانکہ بات پہچانی جاتی ہے۔بُو بھی نہیں آتی۔یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ تقویٰ کے خلاف بات ہو اور اس میں بدبو نہ ہو؟ متقی کو بدبو آجاتی ہے۔اس کا دل ضرور اس کو متنبہ کر دیتا ہے کہ اس بات میں ہے کچھ بات، کوئی ایسے خطرے کی بات ہے جو یہ بات قابل قبول نہیں رہی ہے اور ہر انسان کو خدا نے ایسا نور ضرور عطا فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنے ضمیر سے بروقت اٹھنے والی اس تنبیہ کو قبول کرے اور اس پر غور کرے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ ہر فتنہ سے نجات پا سکتا ہے۔

ویسے تو یہ مضمون شاید آگے اور بھی بڑھے لیکن آج کے خطبہ میں آخری بات میں یہی کہوں گا کہ یہ ایسی مشکل باتیں ہیں کہ دعا کے بغیر چارہ نہیں ہے۔دعا کے ذریعہ مدد مانگیں، دعا کے ذریعہ نئی زندگی حاسل کریں۔دعا کے ذریعہ ان سب فتنوں سے بچنے کی کوشش کریں۔توبہ کرنی ہے تو خدا کے حضور توبہ کریں۔مجھ سے معافی مانگنا بالکل بے معنی ہے اگر دل میں پہلے پیدا نہ ہو چکی ہو اور خدا سے استغفار کرتے ہوئے مسلسل دعائیں مانگیں۔خدا آپ کی حفاظت فرمائے۔اگر آپ چیزوں کو نہیں دیکھ سکتے تو خدا تو دیکھ سکتا ہے۔وہ چاہے تو جس طرح چاہے اپنی تقدیر کو حرکت دے کر آپ کو ٹھوکروں سے بچا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ جو کام ظاہری طور پر ہماری تدبیر کے بس میں نہیں اور حقیقت میں کچھ بھی نہیں، دعا سے ان کاموں کو کریں اور دعا ہی سے ہماری تدبیر میں بھی جان پیدا ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین